مولانا حسرت موہانی کی شاعری

بحوالہ آزادی ہند

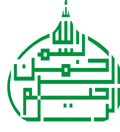
از

مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی

ناشر

الرضا دار الاشاعت چوپڑا ضلع اتر دیناجپور بنگال

موبائل نمبر:8617008310 // 9564767751



مولانا حسرتؔ موہانی کی شاعری

بحوالہ آزادی ہند

از

مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفیؔ دیناجپوری

صدرالدرسین

جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا

تھانہ اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال (ہند)

ناشر

الرضادارالاشاعت چوپڑا ضلع اتر دیناجپور مغربی بنگال

رابطہ نمبر 8617008310

نوٹ: یہ مقالہ ایک ادبی سیمینار کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔

مولانا حسرت موہانی کی شاعری بحوالہ آزادی ہند

{از: مفتی احمد رضا مصباحی حنفی دیناجپوری، داسپاڑا چوپڑا اتر دیناجپور بنگال}

مولانا حسرتؔ موہانی ایک مختصر تعارف

ولادت اور نام ونسب

سید فضل الحسن، تخلص حسرتؔ، ولادت ۱۲۹۵ھ/1873ء، جائے ولادت قصبہ موہان ضلع اناؤ اتر پریش۔ آپ عموما اصل نام کی بجائے اپنے تخلص کو وطنی نسبت کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے غالبا اسی وجہ سے لوگوں میں سید فضل الحسن صاحب ,,حسرتؔ موہانی،، سے زیادہ معروف ہوئے جیسا کہ خود ہی کہتے ہیں۔

عشق نے جب سے کہا حسرتؔ مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید ازہر حسین تھا جو خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا جداعلیٰ سید محمود رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور ایران سے ہندوستان تشریف لائے تھے پھر ان کی اولاد بعد میں یہیں آباد رہیں چنانچہ ان کی دسویں پشت میں حضرت سید شاہ وجیہ الدین محمد قدس سرہٗ ۱۱۰۸ھ میں قصبہ موہان میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۵ھ میں اسی جگہ وصال فرمایا جن کا عرس پاک ہر سال حسرتؔ خود کراتے تھے، تاہم حسرتؔ کو ارض نیشاپور پر سے آبائی تعلق کی بنا پر رشک تھا جس کا اظہار انھوں نے اپنے ایک شعر میں یوں کیا ہے۔

کیوں نہ ہو اردو میں حسرتؔ ہم نظیری کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشاپور سے

جداعلیٰ حضرت سید محمود سید السادات حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے اس طرح سے مولانا حسرتؔ موہانی کا نسبی شجرہ کئی واسطوں سے حضرت سید الشہداء سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے: **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء:**

ابتدائی تعلیم

حسرتؔ کی ابتدئی تعلیم دینی مدرسے میں ہوئی جس میں انھوں نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دینیات اور عربی وفارسی کا بھی درس لیا اس کے بعد فتح پور جا کر وہاں کے جید علماء کرام سے حدیث وفقہ اور دیگر فنی کتابیں پڑھیں اسی درمیان فتح پور گورمینٹ ہائی اسکول سے عصری تعلیم حاصل کی اور یہیں سے ان کا ادبی ذوق پروان چڑھا پھر 1899ء میں مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ چلے گئے جہاں سے 1903ء میں بی۔اے، کیا اور جرنلزم کی دنیا میں پہلا قدم رکھا۔

❁ مذہبی زندگی

حسرتؔ دوسرے مذاہب ومشرب کے تعلق سے اپنی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر اگر چہ تنگ نظر نہیں تھے لیکن ان کی شخصیت پر حب اسلام حاوی تھا جس کا اندازہ ان کے ان شعروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

ہے کسے خدمت اسلام کی حرص
لوگ رکھتے ہیں فقط نام کی حرص
دین کا غم ہو تو کیا چیز ہے غم
حرص دنیا ہو تو کس کام کی حرص

بہرحال وہ اعتقاداً وعملاً وہ ایک سچے صوفی، خدا ترس عالم، درویش صفت انسان اور عالی ہمت مسلمان تھے چنانچہ وہ مسلکاً سنی، مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے، بچپن ہی میں اولا حضرت مولانا عبدالرزاق انصاری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر سلسلۂ قادریہ میں مرید ہوئے پھر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب انصاری فرنگی محلی علیہ ارحمہ سے اسی سلسلے میں تجدید بیعت کی، شاید یہی وجہ ہے کہ حسرتؔ سرکار شہنشاہ بغداد قدس سرہٗ سے کمال درجے کا عشق رکھتے تھے جیسا کہ وہ عرض کرتے ہیں۔

دستگیری کا طلب گار ہوں شیاً للہ
میر بغداد میں ناچار ہوں شیاً للہ
مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی
غلبۂ کفر سے بیزار ہوں شیاً للہ
پائے رفتن ہے ہند میں نہ ہے جائے ماندن
سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیاً للہ
کرم خاص کے لائق تو نہیں میں لیکن
آپ کا حاشیہ بردار ہوں شیاً للہ
آپ ہی سنئے کہ اب اور کہوں میں کس سے
بستۂ دامن سرکار ہوں شیاً للہ
غوث اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرتؔ
پھر کہو حاضر دربار ہوں شیاً للہ

❁ حرمین طیبین کی حاضری

حسرتؔ نے ۱۱؍مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور ۱۲؍مرتبہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی حاضری سے فیضیاب ہوئے اسی طرح بصرہ، بغداد، کاظمین، کربلا، نجف اشرف، سمیت بہت سے اکابر اولیاء اللہ کے مزارت کی

زیارت کی برکاتیں بھی جمع کیں اور مدینۂ طیبہ کی یاد میں تو گویا محو رہتے تھے جیسا کہ کہتے ہیں۔

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہوگئیں جنت کی فضائیں
اے قافلہ والو! کہیں وہ گنبدِ خضرا
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں
ہاتھ آئے خاک اگر تیرے نقش قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

اور جب دیارِ حبیب میں حاضری کی سعادت میسر آئی تو ان اشعار کی صورت میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام نذر کیا۔

یا نبی السلام علیک
ان الفوز والفلاح لدیک
بسلام آمدم جوابم دہ
مرہمے بر دل کبابم نہ
بس بود جاہ واحتشام مرا
یک علیک از تو صد سلام مرا

❁ حسرتؔ اخلاق و کردار کے آئینے میں

مولانا حسرتؔ موہانی اپنی خاندانی شرافت ونجابت کی طرح حسن کردار اور کشادہ ظرفی کے بھی اعلیٰ معیار پر فائز تھے مزاج میں استغنا، طبیعت میں سادہ پن، لہجے میں وقار، گفتار میں سنجیدگی، رفتار میں متانت، باتوں میں چاشنی، نگاہوں میں فطری ذہانت کی چمک، سوچ وفکر میں تعمیری جذبہ، زبان و بیان میں علم و ادب کی گہرائی، ملنے والوں کے لئے خندہ لب اور گرد و پیش میں منڈلانے والوں کی تئیں امداد و اعانت کا رجحان رکھتے تھے لیکن نہ کسی سے مرعوب ہوتے نہ کسی کو کمتر سمجھتے، اور یہی وہ گوناگوں اوصاف ہیں جو حسرتؔ کو اپنے معاصرین ممتاز کرتے ہیں۔

نہ جائے کوئی میری وضع رسوا پر کہ اے حسرتؔ
کمال عاشقی نے مجھ کو یکتائے زماں پایا

❁ حسرتؔ کی وفات

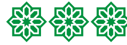
مولانا حسرتؔ موہانی نے ایک سچے مسلمان کی زندگی گزاری تھی اور موت بھی ایک سچے مومن کی مرنا چاہتے تھے لہٰذا خاتمہ بالخیر کی دعا ورد زبان رہتی تھی، ایک شعر میں اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

دل کو ہو تجھ سے واسطہ لب پر ہو نام مصطفیٰ
وقت جب آئے اے خدا خاتمہ حواس کا

لیکن حسرتؔ اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ ان کی آزادی کی حسرت پوری نہ ہوگئی چنانچہ ان کی

انتھک جد و جہد رنگ لائی اور ہند کی جنگ آزادی کی آخری شام اور آزاد ہندوستان کی پہلی صبح و پہلی اذان دیکھ سن کر ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ اس طرح کہ 1947ء میں ملک نعمت حریت سے شاد کام ہوا اور حسرتؔ 1950ء میں آخری بار حج کے لئے گئے و زیارت روضۂ رسول ﷺ کی آخری بار سعادت حاصل کی پھر واپسی کے بعد 12 مئی 1951ء ۳ بجے دن فرنگی محل لکھنؤ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مرشد حضرت مولانا عبد الوہاب فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے آسودۂ خاک ہو گئے جس اشتیاق کا اظہار وہ اپنی حیات میں بایں طور کر چکے تھے۔

دیکھئے اب رنگ کیا لائے وہ حسن دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج
وصل کی رات خرمی کا رواج ہے
شوق کا آج عرش پر ہے مزاج



مولانا حسرتؔ موہانی اور تحریک آزادی

حسرتؔ جس ماحول میں پلے بڑھے تھے اس میں فرنگی حکومت کا جبر و تشدد اور اہل وطن کی اس سے نفرت و حقارت کا عنصر ہر طرف فضاؤں میں چھایا ہوا تھا، ظاہر ہے حسرت کے پہلو میں بھی ایک ہندوستانی دل تھا پھر جس ماحول میں وہ پروان چڑھے تھے اس کے ہمہ اطراف حریت نعرے کے گونج رہے تھے اور حسرتؔ نے خود بھی اپنی آنکھوں سے اس کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کر لیا تھا نیز وطن کی آزادی کی خاطر اپنے اسلاف کی پیہم جہد اور جانثاری کی تاریخ ان کے پیش نظر تھی اس لئے وہ تحریک آزادی کی سرگرمیوں سے خود کو الگ نہ رکھ سکے۔ شاید اسی پس منظر میں کہتے نظر آئے کہ۔

قوموں کی ترقی کے ہیں کچھ اور ہی اسباب
جوڑا کے پہ موقوف نہ ہیں تار پہ موقوف
قوت کی جو پوچھو تو یہ ہوتی ہے ہمیشہ
اقوام میں افراد کے ایثار پہ موقوف

حسرتؔ آزادی کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے وہ کسی بھی صورت میں اس بنیادی حق کا سودا نہیں کر سکتے تھے بلکہ ہر حال میں اس کے حصول کے آرزومند اور کوشاں نظر آتے تھے۔ چنانچہ علی گڈھ میں بی۔اے۔کی ڈگری حاصل کرتے ہی 1903ء میں ایک رسالہ بنام ,,اردوئے معلیٰ،، جاری کیا اور صحافت کی دنیا میں قدم رکھا جس کے ذریعے ان کو علمی، ادبی، اور سیاسی و مذہبی حلقے میں ایک نمایاں پہچان ملی 1908ء میں انگریزی حکومت کی ظالمانہ پالیسیوں کے خلاف ایک مضمون لکھنے کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے اور پانچ سو روپیہ مالی جرمانہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دو سال قید بامشقت کی سزا جھیلی مگر حسرتؔ اپنی روش سے باز نہیں آئے بلکہ آگے چل کر ان کے اس جذبہ میں مزید

جان پر گئی اور اب وہ تحریک آزادی میں ایک قائدانہ کردار ادا کرنے کے لئے بے تاب نظر آرہے تھے اور اس کے لئے وہ پہلے کانگریس کے سیاسی پلیٹ فارم کو منتخب کیا پھر اس کے بعض نظریات سے نالاں ہو کر مسلم لیگ کے بینر تلے آگئے۔ کیوں کہ وہ حق کی خاطر لڑنا پسند کرتے تھے جبھی انھوں نے کہا تھا۔

تحریک حریت کو جو پایا قرین حق
ہر عہد میں معاون تحریک ہم رہے

حسرتؔ یکے بعد دیگرے تین بار جیل گئے پہلی بار 1908ء میں دوسری بار 1916ء میں اور تیسری بار 1922ء میں اور ہر بار دو ڈھائی سال کا عرصہ علی گڈھ اور الہ آباد جیل کی کال کوٹھری میں گزارا، اس درمیان حسرتؔ نے جو اذیتیں برداشت کیں اور صدمے سہے وہ پہاڑ کو بھی لرزا دیتے مگر انھوں نے اف تک نہ کی اور یہی گنگناتے رہے۔

خوشی سے ختم کر لے سختیاں قید فرنگ اپنی
کہ ہم آزاد ہیں بیگانۂ رنج دل آزاری
ہو جنھیں شوق شہادت انھیں کیا خوف بھلا
قید کا مرحلۂ نرم اگر ہے در پیش

حسرتؔ موہانی ایک مولانا و صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مجاہد آزادی و سیاسی قائد اور حلقۂ شعر و ادب کے نیر تاباں تھے انھوں نے شاعری کی ہر صنف پر طبع آزمائی کی اور بکثرت اشعار کہے ان کے اشعار کا سلسلہ ردیف الف سے یا تک دراز ہے جس میں نہ کہیں انقطاع ہے نہ بد نظمی، اپنے کلام میں وہ کہیں خداوند قدوس کا ایک شاکر و عاجز بندہ نظر آتے ہیں اور کہیں عاشق رسول و محب اولیاء، پھر دفعتاً وہ عشق مجازی میں گرفتار عاشق دلگیر بن جاتے ہیں تو کبھی محبوب کی جفا شعاری اور ستم ظریفی کا رونا روتے ہیں پھر معاً اس سے ہم آغوش ہو کر مشغول سپاس یار ہو جاتے ہیں، کسی وقت وہ باد مخالف کے رک جانے کی صلاح دیتے ہیں اور کبھی اس کی تندیوں کے خلاف علم بغاوت اٹھا لیتے ہیں غرض کہ ان کا خیابان شعر و سخن ذوق سلیم و فکر عمیق کے ہر گوشے و زاویئے کو عشق و مستی کی رعنائیاں اور عزم و ارادے کی بوقلمونیاں فراہم کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

خوبروؤں سے یاریاں نہ گئیں
دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں
عقل صبر آشنا سے کچھ نہ ہوا
شوق کی بے قراریاں نہ گئیں
ہوش یاں سد راہ علم رہا
عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں
طرز مؤمن میں مرحبا حسرتؔ
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں



آزادی ہنداور حسرتؒ کی شاعری

حسرتؒ موہانی ایک پر جوش مجاہد آزادی تھے اور اس حوالے سے انھیں علامہ فضل حق خیرآبادی کا جانشین کہنا غلط نہ ہوگا کہ علامہ کی طرح حسرتؒ بھی فرنگی حکومت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے بلکہ انگریز کی تئیں ادنیٰ روادار بننا بھی وہ اپنی غیرت کے خلاف سمجھتے تھے اور چونکہ ملک کے ساتھ ساتھ قوم مسلم ہی بالخصوص ان وطن دشمنوں کے نشانے پر تھی اس لئے وہ پر جلال انداز میں کہتے تھے۔

غضب ہے کہ پابند اغیار ہوکر
مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہوکر
اٹھے ہیں جفا پیشگان مہذب
ہمارے مٹانے پہ تیار ہوکر
تقاضائے غیرت یہی دوستو ہے
کہ ہم بھی رہیں ان سے بیزار ہوکر
کہیں صلح ونرمی سے رہ جائے دیکھو
نہ عقدۂ جنگ دشوار ہوکر

حسرتؒ ہار ماننے والے لوگوں میں سے نہیں تھے اور نہ جور پیشہ افراد کے آگے ان کے پائے ہمت واستقلال میں کوئی لغزش آتی تھی بلکہ وہ پر امید جذبہ کے ساتھ طویل جدو جہد کے عادی تھے اور وہ اس یقین کامل کے ساتھ جانب منزل جادہ پیما رہتے کہ منزل مل کر رہے گی،لہذا آزادی ہند کو لیکر بھی وہ اپنے اس اصول پر گامزن نظر آئے۔ذرا اس تناظر میں ان کے یہ اشعار سنئے۔

رسم جفا کامیاب دیکھئے کب تک رہے
حب وطن مست خواب دیکھئے کب تک رہے
تا بکجا ہوں دراز سلسلہ ہائے فریب
ضبط کی لوگوں میں تاب دیکھئے کب تک رہے
پردۂ اصلاح میں کوشش تخریب کی
خلق خدا پر عذاب دیکھئے کب تک رہے
نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر بزیر نقاب دیکھئے کب تک رہے
دولت ہندوستاں قبضۂ اغیار میں
بعید وبے حساب دیکھئے کب تک رہے

حسرتؔ آزاد پر جور غلامان وقت
از رہ بغض وعتاب دیکھئے کب تک رہے

ہندوستان کی آزادی کے لئے حسرتؔ نے اپنے معاصر مجاہدین کی قیادت کی اور اس سلسلے میں گاندھی، نہرو اور تلک سمیت کئی اہم لیڈروں کے وہ مرشد نظر آئے حالانکہ انھیں فرنگی حکومت نے اپنی اطاعت قبول کرنے کے لے منصب ومال کالالچ بھی دیا تھا لیکن وہ ہر طرح کی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا کر یہی کہتے رہے۔

غیر ممکن ہے ہم سے طاعت غیر
اے جفا کار اے غریب آزار

حسرتؔ نے انگریز کی اطاعت وخدمت گذاری سے ابتداً ہی انکار کر دیا تھا اور اس کے بدلے جان کی بازی لگانے کو تیار تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمت انگریز نہ کرتے

اسی طرح اہل وطن کو حسرتؔ ہمیشہ خود داری کا درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کا پیغام ہے کہ یاس وقنوطیت کو قریب بھٹکنے نہ دے اور دوسروں کے تعمیر کردہ محل میں لذت آرام لینے کی بجائے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے جھوپڑے پر فخر کر، نیز اغیار کے ہر پیش کش کو مسترد کر کے اپنی ٹھوکر سے چشمۂ آب شیریں نکال! کیوں کہ یہی وہ ضابطہ ہے جو اہل وطن کو آزادی کی نعمت اور ظفرمندی سے ہمکنار کر سکتا ہے بایں وجہ وہ صاف صاف کہتے ہیں۔

اے کہ نجات ہند کی دل سے ہے تجھ کو آرزو
ہمت سربلند سے یاس کا انسداد کر
غیر کی جد وجہد پر تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوشش ذات خاص پر ناز کر اعتماد کر
خدمت اہل جور کی کر نہ قبول زینہار
فن وہنر کے زور سے عیش کو خانہ زاد کر

اور جن لوگوں نے کسی بھی اعتبار سے انگریز گورمنٹ کے آگے سر تسلیم خم کیا حسرتؔ اس پر برس پڑے چنانچہ حکومت کے اشارہ پر فیصلہ سنانے والے جسٹس داور کے بارے میں انھوں نے کہا تھا۔

طاعت فرنگیوں کی ہے جس کا دستور
کیا خاک انھیں دادگیری کا ہو شعور
انصاف کے دشمنو! داور ہے لقب
برعکس نہند نام زنگی کافور

سچائی یہی ہے کہ مولانا حسرتؔ موہانی کی تمام تر شخصی واجتماعی سرگرمیاں تحریک آزادی کے لئے وقف تھیں اور اس بارے میں وہ ہر ستم سہنے کو تیار تھے بلکہ ناگفتہ بہ حالات کا انھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ گو کہ قید بند کے دوران وہ ذہنی

وجسمانی اذیتوں سے بہت زیادہ دوچار رہے لیکن آزادی کی خاطر انھوں نے سب کچھ ہنس کر برداشت کیا اور حرف شکوہ تک زبان پر نہیں لایا چنانچہ کہتے ہیں۔

ہو جنھیں شوق شہادت انھیں کیا خوف بھلا قید کا مرحلۂ
نرم اگر ہے در پیش
ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی
ہر چند ہے دل شیدا حریت کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قید محبت بھی
جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کہ ہو جو شکایت بھی

حسرتؔ شاید یہ چاہتے بھی تھے کہ فرنگی ان پر ترس نہ کھائیں اور ظلم وستم کا تسلسل قائم رکھیں تاکہ دل میں ان ظالموں کے خلاف نفرت وعداوت کی جو چنگاری سلگ رہی تھی وہ شعلۂ جوالہ بن کر اپنا نتیجہ دکھا سکے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے۔

اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں
پھیلے گی یونہی شورش حب وطن تمام
سمجھے ہیں اہل شرق کو شاید قریب مرگ
مغرب کے یونہی جمع ہیں زاغ وزغن تمام

بہر حال مولانا حسرتؔ موہانی نے اس وطن کی آزادی کے لئے بے مثال قربانیاں پیش کیں اور اپنی قوم کو غلامی اغیار سے چھڑانے کے لئے وہ اپنی زبان وقلم، شعر وادب، جان وتن اور کسب وکمائی سمیت ہر اس چیز کو بطور ہتھیار استعمال کیا جو اس قابل ہو سکتی تھی چوں کہ وہ دھن کے بہت پکے تھے اور وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ منزل وہی پا سکتا ہے جس کے ارادے فولادی ہوں لہٰذا وہ کسی بھی صورت میں اپنے مقصد سے پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے جس بات کو اس طرح واضح کر چکے تھے۔

کر کے وہی رہے گا جو دل میں ٹھان لی ہے
روشن ہے ہم پہ حسرتؔ عزم واموز تیرا

اب آخر میں حسرتؔ کے اس خوبصورت کلام پر بات ختم کرتا ہوں۔

اب دل زار کا خدا حافظ
ایسے بیمار کا خدا حافظ
ہو قفس میں بھی جس کو شوق چمن
اس گرفتار کا خدا حافظ

شوق لرزاں کا حال ہے جوبھی
جام سرشار کا خدا حافظ
پرسش جرم عشق واں ہے شروع
مجھ گنہگار کا خدا حافظ
خواب غفلت کے دور میں حسرتؔ
دل بیدار کا خدا حافظ

والسلام

احقر محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری
جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا، اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال
8617008310

08/مارچ2022

